طرز رضا کی پیروی عاصمؔ یہ تیری شاعری

آج سے چند سال قبل ماہنامہ جام نور میں جناب **احسان اللہ صفوی علیگ** صاحب کے درج ذیل شعر ؎

کفر و اسلام کی سرحد سے الگ دور کہیں
اک نئی دنیا محبت کی بسائے کوئی

کے دفاع میں صوفیاے کرام کے شطحیات کے حوالے سے جناب ذیشان مصباحی ثم سعیدی صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا تھا، جس کا فقیر نے "**کار پاکاں راقیاس از خود مگیر**" کے عنوان سے مضمون ہی کی شکل میں تفصیلی جواب لکھا تھا جو الحمد للہ علمی حلقے میں بہت مقبول ہوا۔ اور اس مضمون کو بعد میں کتابی شکل میں "**تصوف کے بدلتے رنگ**" کے نام سے شائع کیا گیا تھا۔ جواب کا کافی دنوں تک انتظار رہا مگر جواب ہوتا تو لکھا جاتا۔

خیر اس کے بعد ان کی تحریروں کے جواب لکھنا وقت کو ضائع کرنا سمجھ کر چھوڑ دیا گیا۔ مگر کافی عرصے بعد آج اچانک ان کی ایک تحریر نظر سے گزری جس میں انہوں نے **شیخ بدایوں مولانا اسید الحق بدایونی (اللہ انہیں غریق رحمت فرمائے)** کے حوالے سے کچھ عجیب سی باتیں تحریر کی ہیں۔ تحریر کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے تو ایک حصہ افتراق امت کی بحث پر مشتمل ہے اور دوسرا **امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ** سے شیخ صاحب کے بغض وعداوت کے اظہار پر مشتمل ہے۔

پہلا حصہ چوں کہ تفصیل طلب ہے اس لیے ہم اس سے بس اس لیے صرف نظر کر رہے ہیں کہ یہ مقام تفصیل کا نہیں۔ نیز اس پر بہت کچھ اب تک لکھا جا چکا ہے اور آگے بھی لکھا جاتا رہے گا، لیکن ہم دوسرے حصے پر کلام کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ امام اہل سنت کے حوالے سے شیخ صاحب پر لگائے گئے الزام کی حقیقت سے اہل علم اور دانش ور طبقہ آگاہ ہو جائے اور جان لے کہ یہ اہل سنت میں آگ بھڑکانے کی نئی کوشش ہے۔

آمدم برسر مطلب! جناب ذیشان سعیدی صاحب شیخ صاحب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"مولانا فرمایا کرتے تھے کہ بریلویوں کا دعویٰ ہے کہ اعلیٰ حضرت کا نام لیے بغیر کوئی بھی تحقیق مکمل نہیں ہوتی، اس لیے میں نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ مجھے کسی بھی تحقیق کے لیے فاضل بریلوی کے حوالے کی محتاجی نہیں ہے۔ جو محتاج ہوں وہ ان کا حوالہ ضرور دیں، لیکن اللہ کا شکر ہے کہ متقدمین علما نے مجھے اس احتیاج سے بے نیاز کر دیا ہے۔"

اولاً تو اہل علم بریلویوں کا ایسا کوئی دعوی نہیں اور اگر ہوتا بھی تو یہ عقیدت پر محمول کیا جاتا ہے اور اس طرح کے دعوے ہر عقیدت مند اپنے ممدوح کے حوالے سے دینے کا مجاز ہوتا ہے جس پر بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔

دوسری بات شیخ صاحب کے حوالے سے اس قدر گھٹیا نظریہ پیش کرنا وہ بھی ان کی شہادت کے بعد یقیناً ان کی روح کو اذیت وتکلیف میں مبتلا کرنا ہے۔

اس پوری عبارت سے جو خلاصہ نکل کر سامنے آتا ہے وہ بس اسی قدر ہے کہ شیخ صاحب فاضل بریلوی اور بریلویت سے بیزار تھے اور ان سے عداوت رکھتے تھے۔ ہمیں ہرگز ہرگز ان سے اس طرح کے کسی نظریہ کی امید نہیں ہے۔

اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ ان کے اساتذہ میں ایک خصوصی نام **امام علم و فن خواجہ مظفر حسین رضوی علیہ الرحمہ** کا بھی ہے، جو خالص بریلوی اور کٹر رضوی تھے۔ درس نظامی کے علاوہ بہت سی علمی و فنی کتابیں خواجہ صاحب سے ہی آپ نے پڑھی ہیں۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ آپ کی علمی صلاحیت و لیاقت اور علوم و فنون میں مہارت میں خواجہ صاحب کا سب سے بڑا ہاتھ رہا ہے تو غلط نہیں ہوگا۔ اور خواجہ صاحب کے پاس جو کچھ تھا جس کا وہ اپنی حیات میں اظہار کرتے تھے وہ سب فاضل بریلوی کا فیضان تھا۔ امام اہل سنت کی کتابوں کے مطالعے سے خواجہ صاحب کو علمی عروج عطا ہوا۔ تو یہ بالواسطہ فاضل بریلوی سے ہی استفادہ ہوا۔ اس کے علاوہ کتاب افتراق امت میں شیخ صاحب نے اپنے موقف کے ثبوت میں حضرت مدنی میاں دامت معالیہم کا حوالہ بھی پیش کیا ہے جو ایک صفحہ پر محیط ہے۔ اور اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ **شیخ الاسلام بریلوی ہیں۔ اور ایسے بریلوی کہ خود لکھا ہے کہ میں اپنے بریلوی ہونے پر فخر محسوس کرتا ہوں۔**

ملاحظہ کریں وہ لکھتے ہیں:

"امام احمد رضا قادری بریلوی کی عظمت و شان اور بارگاہ خدا اور رسول میں ان کی مقبولیت کو سمجھنے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ ان کی ذات گرامی تو بڑی چیز ان کی شہر کی طرف نسبت اہل ایمان اور اس کے عاشق رسول ہونے کی دلیل بن گئی ہے اب میں الحمد للہ مسلکاً حنفی نسبتاً جیلانی مشرباً اشرفی اور وطناً کچھوچھوی ہونے کے باوجود اپنے آپ کو بریلوی کہتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہوں۔" [ماہنامہ حجاز جدید دہلی: امام اہل سنت نمبر. ستمبر و اکتوبر ۱۹۸۹ء صفحہ. ۹۴، ۹۵]

جناب ذیشان سعیدی صاحب کے بیان کردہ دعوے میں متقدمین علما کے حوالے سے جو بات کہی ہے اس کی کتاب کے مندرجات سے بھی تکذیب ہو رہی ہے۔ کیوں کہ کتاب میں علمائے متاخرین، معاصرین بشمول بریلوی حوالے موجود ہیں۔ اگر چہ بالواسطہ ہی ہیں۔ کیوں کہ اگر بریلویوں کا دعویٰ ہے تو پھر بریلوی یہ کہنے کے بھی مجاز ہیں کہ بھلے ہی اس میں اعلیٰ حضرت کا نام نہیں ہے مگر بریلوی شیخ و عالم کا حوالہ اس میں درج ہے یہ بھی اعلیٰ حضرت ہی کا فیضان ہے۔

علاوہ ازیں اگر یہ بات درست مان لی جائے تو پھر وہ حدیث پاک کے مطابق **ذوالوجہین** کے مصداق ہوں گے جن کے بارے میں بہت سی وعیدیں احادیث نبویہ میں موجود ہیں۔ کیوں کہ انہوں نے مجھ فقیر سے اور بہت سے اہل علم حضرات سے امام اہل سنت کے حوالے سے اپنی عقیدتوں اور محبتوں کا خوب اظہار کیا ہے اور ان کی کتابوں سے استفادے کی تفصیل سنائی ہے۔ تو یہ دو منہ والی بات ہو گئی جس کا فقیر کو بالکل یقین نہیں ہے۔ اور شیخ صاحب ہرگز اس حدیث کے مصداق نہیں ہیں!!!

مولانا موصوف سے امام اہل سنت کے حوالے سے فقیر نے بارہا گفتگو کی، فون پر بھی اور ان کی خانقاہ میں بیٹھ کر بھی۔ ہمیشہ انہوں نے امام اہل سنت کی خدمات جلیلہ اور ان کی نظریات دینیہ کے حوالے سے مثبت اور مدح آمیز انداز میں ہی بات کی۔ امام اہل سنت کے حوالے سے شیخ صاحب سے جو کچھ بھی تبادلہ خیال ہوا وہ لفظ بہ لفظ تو یاد نہیں ہاں البتہ ع

کچھ کچھ تو ہمیں یاد ہے سب یاد نہیں ہے

جس قدر یاد ہے اسے یہاں لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔ ملاحظہ کریں:

فقیر نے پہلی بار ان سے ۲۰۰۷ میں فون پر بات کی تھی۔ اور پھر غالباً اسی سال بدایوں شریف خانقاہ میں حاضری ہوئی اور پہلی بالمشافہ ملاقات مسجد میں نماز ظہر کے بعد ہوئی۔ نماز کے بعد دفتر میں بیٹھے چائے وغیرہ آئی اور اسی دوران گفتگو چل پڑی۔ اس وقت چاروں طرف سناٹا تھا میں اور شیخ صاحب وبس!

فقیر: آپ کے تعلق سے کچھ عجیب سی باتیں گردش کر رہی ہیں

شیخ صاحب: کیا؟ مسکراتے ہوئے!

فقیر: آپ ایک مشت داڑھی کے وجوب کے قائل نہیں ہیں!

شیخ صاحب: قہقہہ مار کر ہنسے اور منہ میں پڑیا ڈالتے ہوئے بولے جھوٹ سراسر جھوٹ۔ میں وجوب کا قائل ہوں ورنہ میری داڑھی چھوٹی ہوتی ہے آپ دیکھ سکتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

فقیر: آپ چاروں اماموں پر تقلید سے بیزار ہیں

شیخ صاحب: استغفر اللہ توبہ! میں حنفی ہوں، قادری ہوں۔ اب پوری دنیا میں ڈھنڈورا پیٹتا نہیں پھروں گا۔ قدرے غصہ وغضب میں۔۔۔ میں اپنے آباواجداد کی فکر کا غلام ہوں مولانا! میں ان سے ہٹ کر اپنی عاقبت خراب کروں گا؟

فقیر: اچھا حضرت! بریلی شریف سے آپ کے خانقاہی اختلاف کے سبب آپ اعلیٰ حضرت کی مخالفت کرتے ہیں ایسا اگر کوئی کہتا ہے تو؟

شیخ صاحب: ثابت کرے! زندگی بھر کوئی ثابت نہیں کرپائے گا۔ میرے اجداد نے جنہیں عزت دی میں انہیں ذلیل کرکے ان کی ذات پر کیچڑ اچھال کر اپنے اجداد کی پگڑیاں اچھالوں گا؟ ہرگز ہرگز نہیں؟ فاضل بریلوی سے ہمارے خانقاہی اختلافات کے چند سال دیکھنے والوں کو پچھلی پوری صدی بھی دیکھنا چاہیے۔ اور پھر قدرے مسکراتے ہوئے بولے مولانا! یہ دیکھیں (میز پر دائیں طرف اشارہ کرتے ہوئے) فتاوی رضویہ رکھی ہوئی ہے۔ میں اسے پڑھتا ہوں روز پڑھتا ہوں اور بہت کچھ حاصل کرتا ہوں اگر مجھے فاضل بریلوی سے عداوت ہوتی تو میں فتاوی رضویہ پڑھتا ہی نہیں۔ پڑھتا بھی تو دکھانے کے لیے میز پر نہیں رکھتا۔ میرے یہاں فتوے بھی اسی کی روشنی میں دیے جاتے ہیں پہلے فتاوی رضویہ دیکھی جاتی ہے تاکہ کوئی مسئلہ دارالافتاء سے ایسا نہ جائے جو اس سے مختلف ہو اور مزید اختلاف کو ہوا ملے۔ اور سنیں مولانا!

ابھی جلدی کی بات ہے میں ردولی شریف حاضر ہوا تھا۔ عمار میاں نے دوران گفتگو کسی بات پر کہا کہ ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے فتاوی رضویہ کے حوالے کی؟ تو میں نے انہیں صاف جواب دیا مولانا! کوئی اور ہوتا تو شاید خوش ہوتا۔ میں نے کہا کہ اگر فتاوی رضویہ، بہار شریعت، قانون شریعت کا بدل ہو تو اس کی بات نہ کی جائے اور جب بدل نہیں ہے

توپھراس کے بغیر چارہ کار نہیں ہے۔جس پر وہ خاموش ہوگئے۔

اور ہاں مولانا ایک بات اور بتادوں :فاضل بریلوی کی جو خدمات ہیں ان سے کسی متعصب ہی کو اختلاف ہوسکتا ہے۔ ہمیں تو بہر حال نہ ان کی خدمات سے اختلاف ہے نہ ان کی تعلیمات ونظریات سے الحمدللہ۔

ایک دن میں اور مولاناڈاکٹر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مولانا عبدالحی لکھنوی کی حدیث دانی پر بات کررہے تھے ان کا ماننا تھا کہ علم حدیث میں علامہ لکھنوی کو فاضل بریلوی سے زیادہ عبور حاصل تھا۔میں اگر عداوت رکھتا تو حامی بھرتا مگر میں نے وہیں جواب دیا نہیں بالکل نہیں فاضل بریلوی کی حدیث واصول حدیث کے حوالے سے تین کتابیں ،

حاجز البحرین، منیر العین ،اور الھادی الکاف کو ایک پلڑے میں رکھ دیں اور علامہ لکھنوی کی ساری کتابیں اس فن کی ایک پلڑے میں ،توفاضل بریلوی کی یہ تین کتابیں بھاری پڑیں گی۔

(اسی دوران کہنے لگے یار !حاجز البحرین پڑھتے وقت سمجھ میں نہیں آتا کہ بندے کے پاس کتابیں کہاں سے آتی تھیں۔دھڑادھڑ حوالے دینا اور وہ بھی نایاب کتابوں کے حوالے جو اس دور میں بہت مشکل تھا۔اس دور میں تو بہت آسان ہے سیڈیوں میں کتابیں موجود ہیں۔کوریر سے منگالیں،کسی کو میل کردیں وہ تلاش کرکے اسکین کراکے بھیج دے گا مگر اس دور میں تو یہ کام بہت ہی مشکل بالکل ناممکن سا تھا۔یہ سب اللہ کی دین ہے)

اچھا ایک مزے کی بات سناؤں۔

میں ابا حضور کے ساتھ بسولی (یا شیخوپور۔فقیر کو اچھے سے مقام کا نام یاد نہیں) گیا تھا۔وہاں جس کمرے میں میری رہائش تھی وہاں بھی لوگ ملنے آرہے تھے ایک مشہور شاعر بھی پہنچ گئے۔دعا سلام کے بعد انہوں نے اپنی شاعری سنانا شروع کی اور پھر باتیں ہونے لگیں اسی دوران وہ تڑک کر بولے کہ حضور میں نے اعلیٰ حضرت کے دیوان حدائق بخشش میں دس غلطیاں نکالی ہیں ۔ان کو مجھ سے امید تھی کہ میں انہیں سراہوں گا ،مگر میں نے برجستہ ان سے کہا اس کا مطلب **ہندوستان میں اعلیٰ حضرت سے بڑا کوئی شاعر نہیں وہ ایک نمبر کے شاعر ہیں**۔وہ حیرت سے بولے کیوں حضور؟تو میں نے کہا لوگوں کا دعوی ہے کہ داغ،غالب وغیرہ مشہور شاعروں کے دیوان میں سیکڑوں غلطیاں ہیں اور اعلیٰ حضرت کے دیوان میں دس تو پھر اس سے تو یہی پتہ چلا کہ وہ بڑے شاعر تھے۔وہ وہیں خاموش ہوگئے اور پھر آخر تک نہیں بولے۔

اور ہاں مولانا ہماری لائبریری میں اعلیٰ حضرت کے نایاب مخطوطات ہیں کئی اہم نادر تحریریں اور فتاوی ہم نے محفوظ رکھے ہیں کچھ آپ ان شیشوں کی الماری میں دیکھ سکتے ہیں۔فقیر نے دیکھا بھی۔۔۔۔۔

ہم اعلیٰ حضرت سے بغض کیوں رکھیں گے؟اگر بغض ہوتا تو پھر ان کی تحریریں جس قدر ہوتیں ہمارے پاس ہم سب ضائع کردیتے مگر نہیں۔ابھی چند دنوں قبل ہم نے اشرفیہ والوں کو اعلیٰ حضرت کے عربی قصائد کا مجموعہ دیا ہے مخطوطہ کی شکل میں۔اور ہم سے جو ہوسکے گا وہ ہم شائع کریں گے ان شاءاللہ تعالیٰ۔اور پھر کہیں گے لو ہمیں فاضل بریلوی سے بغض

ہے۔۔۔۔۔آپ نے میرا مقدمہ پڑھا؟

فقیر: کون سا؟

شیخ صاحب: قصید تان رائعتان پر۔

فقیر: نہیں۔

شیخ صاحب: پڑھیں۔ تو آپ کو پتہ چلے گا کہ میں کس قدر فاضل بریلوی سے بغض رکھتا ہوں۔ شرم نہیں آتی لوگوں کو اس قدر بے کار کی باتیں کرتے۔

فقیر نے واپسی پر مقدمہ پڑھا اور پڑھتا ہی چلا گیا۔ کس کھلے دل سے شیخ صاحب نے امام اہل سنت کی عظمت و برتری کا اعتراف کیا ہے اور امام اہل سنت کی عربی دانی کے قصیدے رقم کیے ہیں۔ فصاحت و بلاغت، شاعرانہ عظمت، قواعد سخن بحور و عروض، نحو و صرف وغیرہ علوم پر امام اہل سنت کے عبور و مہارت کا بے باکانہ غیر متعصبانہ اعتراف اور پھر قصائد پر فاضل بغداد ڈاکٹر رشید عبیدی کے ذکر کردہ نقائص و عیوب اور شبہات کا زبردست علمی و تحقیقی انداز میں ازالہ کیا ہے جسے پڑھنے کے بعد شیخ صاحب کے حوالے سے امام اہل سنت سے بغض و عداوت کی بات بے بنیاد اور جھوٹ ثابت ہو جاتی ہے۔ ہم کچھ اقتباسات مولانا ذیشان صاحب کے لیے بھی نقل کیے دیتے ہیں۔ ملاحظہ کریں۔ شیخ صاحب رقم طراز ہیں:

"یہ قصائد فقیہ اسلام حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ ......اور عربی میں فاضل بریلوی کی شاعرانہ عظمت تینوں پہلو اجاگر ہوتے ہیں.........**بین السطور اور حاشیے میں مصنف علام نے کہیں فارسی کہیں عربی میں مفردات کی تشریح و توضیح کی خاطر بہت سے لطیف اشارات فرمائے ہیں، اشعار کی تشریح کے وقت ان اشارات سے مکمل استفادہ کیا گیا ہے**.........قصائد کے شاعر و ناظم فقیہ اسلام حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا نام کسی تعارف یا تعریف کا محتاج نہیں۔ آپ کی شخصیت، علمی مقام اور دینی خدمات کا ایک زمانہ معترف تھا اور آج بھی ہے۔ چوں کہ ابتدا ہی سے آپ نے بدمذہبیت اور فکری انحراف کے رد و ابطال کو اپنا خصوصی موضوع قرار دیا تھا لہٰذا آپ سے پہلے جو حضرات اس میدان کے شہسوار رہ چکے تھے ان سے متاثر ہونا ایک فطری امر تھا۔.......پہلے طریقہ یہ تھا کہ عرس میں جو تازہ نعت و مناقب پیش کی جاتی تھیں وہ ایک مجموعے میں عرس کی مختصر روداد کے ساتھ شائع کر دی جاتی تھیں سن ۱۳۰۰ھ کے عرس کی روداد "ماہ تابان اوج معرفت" کے تاریخی نام سے شائع ہوئی تھی اس میں قصیدہ، دالیہ کو مندرجہ ذیل عنوان کے تحت شائع کیا گیا:

قصیدہ فریدہ عربیہ بہیہ۔ نتیجہ طبع و قاد ذہن نقاد جناب مستطاب جامع الکمال قامع بنیان اہل ضلال حامی مراسم دین متین مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب قادری برکاتی بریلوی دامت برکاتہم.........اس سے حضرت فاضل بریلوی کی شخصی جامعیت کی ایک نئی جہت سامنے آتی ہے۔.....قصائد کا لسانی، عروضی، فکری، شعری اور موضوعاتی مطالعہ کرنے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ کسی بہت کہنہ مشق شاعر کی فکر عالی کا نتیجہ ہے مگر آپ کو شاید یہ سن کر حیرت ہو کہ جس وقت یہ قصیدے نظم کیے گئے

اس وقت فاضل بریلوی کی عمر محض ۲۷؍سال پانچ ماہ تھی۔.....قصید تان رائعتان کا ایک تیسرا پہلو بھی بہت اہم ہے۔۔۔۔۱۴۳۱؍اشعار کے ان دونوں قصیدوں میں کہیں پر قافیہ کی تکرار نہیں ہوئی ہے۔.....جب ہم ان کے شعری محاسن اور لسانی خصوصیات کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات بہت نمایاں ہوکر سامنے آتی ہے کہ ان میں فکر و فن اور زبان و بیان کی وہ خوبیاں اور محاسن موجود ہیں جو کسی بھی فن پارے کو اہمیت و وقعت عطا کرتے ہیں۔.....بلاغت اپنی تینوں اقسام معانی، بیان، بدیع کے ساتھ زیرِ نظر قصائد میں جلوہ ریز ہے۔.....عربی نحو و صرف اور لغت پر گہری نظر اور مضبوط گرفت کے بغیر اس پائے کے قصیدے نظم کرنا ممکن نہیں ہے قصیدوں کے حواشی اور بین السطور میں مصنف علامہ نے اسرار نحویہ اور لغویہ کی جانب جو اشارات کیے ہیں وہ مفید اور دل چسپ بھی ہیں اور قواعد و لغت پر دسترس کی دلیل بھی۔" [مقدمہ بر قصید تان رائعتان]

ہم پھر اپنی بات کی طرف آتے ہیں۔

فقیر: خیر حضرت میری باتوں کا برا نہ مانیں میں نے جو سنا وہ پوچھ لیا ہے۔

شیخ صاحب: ارے نہیں کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ اچھا شروع کی دو باتیں داڑھی اور تقلید والی فلاں فلاں نے کہی ہیں؟

فقیر: جی میں نے ان کا نام لینا مناسب نہیں سمجھا اس لیے یوں ہی اشاروں میں بات کی تھی۔ اب آپ جان ہی گئے ہیں تو کیا چھپانا۔

شیخ صاحب: مجھے اور بھی لوگوں نے بتایا ہے کہ آج کل وہ میرے تعلق سے اسی طرح افواہ اڑا رہے ہیں۔ خیر میں کس کس کو صفائی دیتا پھروں گا۔ چھوڑیں مولانا ان باتوں کو۔۔۔۔۔(اس کے بعد کچھ ذاتی باتیں ہوئیں۔ اور پھر نماز عصر کا وقت ہو چلا تھا نماز عصر کے بعد فقیر وہاں سے رخصت ہوکر گھر آگیا۔)

فون پر بھی اکثر باتیں ہوتی رہتی تھیں۔ کئی بار ایسا بھی اتفاق ہوا کہ عید وغیرہ پر فون آیا کہ آپ ککرالہ نہیں آئے تو جواباً میں ہاں یا نہ کہتا اگر ہاں میں جواب ہوتا تو کہتے کہ آجائیں پھر کسی وقت۔ اور فقیر حاضر ہو جاتا۔ اور پھر کھل کر بہت سے موضوعات پر تبادلہ خیالات کا سلسلہ چلتا۔ ایک بار میں نے ڈاکٹر نوشاد عالم چشتی صاحب کے حوالے سے بھی پوچھا تو انہوں نے صاف طور پر کہا کہ فاضل بریلوی کی مخالفت پر زیادہ زور رہتا ہے ان کا۔ آپ نے میرا تبصرہ نہیں پڑھا جام نور میں؟

میں نے نفی میں جواب دیا تو کہا پڑھ لیں! انہوں نے فاضل بریلوی کے حوالے سے جس طرح کا اسلوب اپنا رکھا ہے اس کے جواب میں اس سے زیادہ لکھنا بے سود ہے۔ (اور بھی بہت سی باتیں جن کا یہاں نقل کرنا ضروری نہیں)

میں نے جام نور سے وہ تبصرہ تلاش کرکے پڑھا جو بعد میں خامہ تلاشی کتاب میں شائع ہوا۔ اس کے چند اقتباسات یہاں نقل کرنا فقیر ضروری سمجھتا ہے تاکہ ڈاکٹر چشتی صاحب کی ذہنیت کے حوالے سے مولانا بدایونی کا نظریہ صاف ہو جائے۔

ہم یہاں یہ بھی بتا دیں کہ بعد میں شیخ صاحب سے خاصے اچھے مراسم چشتی صاحب نے بنا لیے تھے مگر نظریہ اور مراسم میں خاصا فرق ہوتا ہے جسے اہل علم بخوبی جانتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

"ڈاکٹر نوشاد چشتی صاحب نے "رضویات" کے ایک اہم گوشہ پر قلم اٹھایا ہے اور پہلی قسط میں موضوع سے پورا

انصاف کیا ہے جس میں تحقیقی و علمی اسلوب کے ساتھ لب ولہجہ کی سنجیدگی اور متانت کا بھی خاص خیال رکھا ہے مگر پتا نہیں کیوں دوسری قسط میں وہ تحقیقی اسلوب اور علمی منہج سے دور جا پڑے اور کسی "معروف قاری صاحب" کے متعلق عجیب وغریب حقائق کا انکشاف کرتے ہوئے ان کے بعض رازہائے دروں سے پردہ اٹھانے میں مصروف ہوگئے۔ اس کے لیے انہوں نے جام نور کے تین قیمتی صفحات کا استعمال کیا ہے یہ عجیب وغریب حقائق نہ ان کے موضوع سے کوئی خاص واسطہ رکھتے ہیں اور نہ ہی جام نور کے مزاج و معیار پر پورے اترتے ہیں اسی طرح انہوں نے مفتیٔ اعظم کے خلفا کی جو بحث چھیڑی ہے وہ بھی حب علی میں کم بغض معاویہ میں زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ پہلی قسط میں موصوف نے ایک جگہ "فاضل بریلوی مرحوم" تحریر فرمایا ہے، کسی وفات یافتہ شخص کو مرحوم لکھنا کوئی بری بات نہیں ہے مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ

"گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی"

الفاظ کے استعمال میں عرف کا بڑا دخل ہوتا ہے آج مذہبی اور روحانی اعتبار سے کسی عظیم شخصیت کو مرحوم لکھنا معنوی اعتبار سے کتنا ہی درست کیوں نہ ہو مگر عرف کے خلاف اور ناپسندیدہ ہے۔ اور اگر کسی کی اہمیت کم کرنے کے لیے ہو تو قابل مذمت بھی ہے۔ ممکن ہے کہ چشتی صاحب یہ دلیل دیں کہ خود (ان کے نقل کردہ حوالہ میں) فاضل بریلوی نے شاہ رفیع الدین دہلوی کو مرحوم لکھا ہے تو اگر میں نے فاضل بریلوی کو مرحوم لکھ دیا تو کون سا گناہ کر دیا؟

یہ دلیل بڑی کمزور ہے اس لیے کہ ہر زمانہ کا اپنا الگ عرف ہوتا ہے ایک زمانہ میں بڑے سے بڑے علامہ کو مولوی لکھا اور بولا جاتا تھا جیسے مولوی فضل حق خیر آبادی، مولوی عبدالحی فرنگی محلی وغیرہ۔ مگر آج جماعت سادسہ یا سابعہ کے کسی طالب علم کو مولوی کہہ کر دعوت خطاب دیدی جائے تو وہ چراغ پا ہو جائے گا اور اس کو اپنی توہین تصور کرے گا اور پھر اس بات کو اس زاویہ سے بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ **شاہ رفیع الدین صاحب کے مقابلہ میں فاضل بریلوی کی جو علمی حیثیت تھی کیا فاضل بریلوی کے مقابلہ میں وہی علمی حیثیت مضمون نگار کی بھی ہے؟**

ہم خوشتر صاحب سے درخواست کریں گے کہ وہ اس قسم کے غیر سنجیدہ اور غیر ذمہ دارانہ مضامین شائع کرنے میں احتیاط برتیں تاکہ جام نور کا ہدف، تشخص، اور معیار متاثر نہ ہو" [خامہ تلاشی: ص ۲۱، ۲۲]

شیخ صاحب کے مذکورہ تبصرہ کو پورا پڑھ جائیے تو ایک بات صاف نظر آئے گی کہ ان کی نظر میں امام اہل سنت کی بڑی قدر تھی کہ لفظ مرحوم لکھے جانے پر چشتی صاحب کے غیر اخلاقی رویہ اور تعصبی ذہنیت کی تردید کے ساتھ امام اہل سنت کی عظمت ورفعت کو بھی بہت ہی اچھے انداز میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ نیز پورے تبصرے میں درج ذیل اقتباسات کافی دلچسپ ہیں۔

"ایک جگہ "فاضل بریلوی مرحوم" تحریر فرمایا ہے، کسی وفات یافتہ شخص کو مرحوم لکھنا کوئی بری بات نہیں ہے مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ "گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی"

اور

”شاہ رفیع الدین صاحب کے مقابلہ میں فاضل بریلوی کی جو علمی حیثیت تھی کیا فاضل بریلوی کے مقابلہ میں وہی علمی حیثیت مضمون نگار کی بھی ہے؟“

اور ”اس قسم کے غیر سنجیدہ اور غیر ذمہ دارانہ مضامین“

علاوہ ازیں امام اہل سنت سے شیخ صاحب کی وابستگی کی اسی طرح کی ایک اور مثال یاد آئی جو میں نے آپ کی شہادت کے بعد تعزیت نامہ میں بھی لکھی تھی اور اپنی کتاب دفع الخمامہ میں بھی۔ اس کا خلاصہ یہاں پیش کرتا ہوں۔

مفتی ارشد جمال اشرفی کچھوچھوی صاحب کی ایک کتاب ہے عمامہ اور ٹوپی کے حوالے سے جس میں انہوں نے عمامہ کی فضیلت پر مشتمل احادیث کی موضوعیت ثابت کرکے ٹوپی اور عمامہ کی مستوی العمل قرار دیا ہے۔ فقیر کی اس حوالے سے شیخ صاحب سے بات ہوئی توانہوں نے کہا کہ اس کتاب کو میں نے دیکھا ہے مجھے بادی النظر میں ٹھیک معلوم ہوئی مجھے نہیں لگتا کہ اس کا جواب لکھا جائے گا۔ فقیر نے کہا کہ میں ارادہ کرچکا ہوں اس کے جواب کا ان شاء اللہ۔

اور اسی پر فقیر نے اس کتاب کی پہلی حدیث پر پیش کیے گئے استحالہ سے متعلق گفتگو شروع کی اور اس کے جوابات رکھے تو برجستہ کہا کہ واقعی اس کتاب پر تنقیدی نگاہ کی ضرورت ہے۔ جواب بھی معقول دیا آپ نے تحقیقی بھی ہے اور الزامی بھی۔ خیر آپ کتاب لکھیں اس حوالے سے اس فن کی کسی کتاب کی ضرورت ہو تو بتادینا (چوں کہ اس وقت میرے پاس شاملہ نہیں تھا اور اس فن کی کتابیں بھی نہیں تھیں) خیر میں نے کتاب لکھی۔ اسی دوران ایک دن اچانک قریب رات کے ساڑھے گیارہ بجے فون آیا دعا سلام کے بعد فرمایا کہ آپ جس کتاب کا جواب لکھ رہے ہیں وہ کتاب چوں کہ پوری کی پوری فاضل بریلوی کی فتاوی رضویہ میں درج احادیث کی تردید میں ہے اگر برا نہ مانیں تو میں اس کتاب سے بس ایک عبارت کو لے کر مضمون لکھنے کے موڈ میں ہوں میں نے کہا اس میں برا ماننے والی کون سی بات ہے میں نے تو ابھی کتاب لکھنے کا آغاز کیا ہے بتائیں کہاں سے لکھ رہے ہیں بولے حدیث مبارک ” اعتموا خالفوا علی الامم من قبلکم “ سے۔ موصوف نے لکھا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اس کا ترجمہ غلط کیا ہے اور وہ عبارت نہ سمجھ سکے۔ میں اس کا جواب لکھنا چاہتا ہوں میں نے کہا حضرت لکھیں مجھے بہت خوشی ہوگی۔ خیر اس کے بعد آپ نے **”فتاوی رضویہ کی عبارت پر شبہہ کا ازالہ“** کے عنوان سے ایک معرکۃ الآرا مضمون رقم فرمایا، جسے میں نے اپنی کتاب میں شامل کیا اور بہت سے رسائل میں بھی اس کی اشاعت ہوئی۔

یوں ہی جب میں نے اعلیٰ حضرت کے ایک نایاب فتوی پر کام کیا۔ اور اسے کتابی شکل میں **”انبیاے کرام گناہ سے پاک ہیں“** کے نام سے شائع کرایا تو اشاعت کے بعد بدایوں شریف جانے پر دوسری کتابوں کے ساتھ شیخ صاحب کو یہ کتاب بھی پیش کی۔ (یہ فتوی چوں کہ میں نے ”ماہنامہ تحفہ حنفیہ پٹنہ“ سے لیا تھا اسی لیے کہنے لگے کہ اعلیٰ حضرت کے اور بھی بہت سے فتاوی ”ماہنامہ تحفہ حنفیہ“ میں ہیں آپ ان کو بھی دیکھو اور کام کرو! فقیر نے کہا کہ کیسے ملیں گے تو کہا کہ ہمارے پاس ہیں تھوڑا وقت دو۔ میں نے کہا بہتر۔

پھر ایک بار میں نے اس حوالہ سے بات کی تو کہا کہ کسی کو بھیج دو فائلیں میں نے نکلوادی ہیں۔ میں نے اپنے ایک عزیز کو بھیج دیا۔ موصوف نے تحفہ حنفیہ کی ساری فائلیں جن میں اکثر بوسیدہ حالت میں تھیں انہیں دے دیں اور وہ میرے پاس

پہنچ گئیں۔ میں نے ان فائلوں سے استفادہ کیا کاپی کیا اور حسب اجازت ڈبل کاپی سے ایک عدد خود کے لیے رکھی۔ اور سب کو مہینے اور سال کے اعتبار سے ترتیب دیا جلد سازی کرائی اور پھر واپس بھیج دی۔ بہت خوش ہوئے کہ آپ نے انہیں نئی جان بخشی ہے میں نے کہا نہیں جب میں ان فائلوں سے استفادہ کر ہی رہا تھا تو میرا حق تھا کہ انہیں ترتیب دے کر انہیں محفوظ بھی کروں۔

ایک اور بات یاد آئی مجھے اپنی کتاب "فتوحات رضویہ" کے حوالے سے ایک کتاب کی ضرورت تھی مگر وہ لائبریریوں میں نہیں مل رہی تھی۔ جن علما سے اس وقت رابطہ تھا ان سے بھی معلوم کیا مگر وہ کتاب نہیں ملی۔ جس کی وجہ سے کتاب کا کام ادھورا تھا۔ اسی دوران بدایوں شریف جانا ہوا۔ باتوں باتوں میں اس کا ذکر بھی آگیا کہ ۱۹۱۱ء میں مرادآباد میں امام اہل سنت اور مولوی اشرف علی تھانوی کے درمیان مناظرہ طے پایا تھا جس میں امام اہل سنت اور علمائے رامپور وغیرہ شامل ہوئے تھے۔ دیوبندی کوئی بھی عالم میدان مناظرہ میں امام اہل سنت کے مقابلے میں حاضر نہیں ہوا۔ چار روز تک جشن کے جلسے ہوتے رہے۔ اور پانچویں دن آپ نے بریلی شریف مراجعت فرمائی۔ فقیر نے کہا کہ یہ سب تفصیل اخبارات مرادآباد ورامپور کے حوالے سے لکھ دی ہے مگر یہ مناظرہ مرادآباد میں کیوں ہوا اس تعلق سے ایک کتاب **"دافع الفساد عن مرادآباد"** کی تلاش ہے۔ تلاش بسیار کے بعد بھی نہیں ملی ہے۔ دو تین طلبا کہ بلایا اور کہا کہ لائبریری کے رجسٹروں میں اس نام کی کتاب تلاش کرو! کافی دیر کے بعد بچوں نے بتایا کہ اس نام کی کوئی کتاب لائبریری کے رجسٹر میں موجود نہیں ہے۔ خیر بات ختم ہوگئی۔ اور اس کتاب کا کام ملتوی کر کے دوسری کتاب پر کام شروع کر دیا۔

پیپل سانہ مرادآباد سے کاشی پور آگیا قریب تین سال کے بعد ایک دن صبح دس بجے فون آیا میں اس وقت سوتا ہوں رات کو جاگنے کے سبب۔ اسی لیے آواز پہچان نہ سکا تعارف کے بعد میں نے معذرت پیش کی کہ نیند میں تھا پہچان نہ سکا فرمایا کوئی بات نہیں آپ سو جائیں بعد میں بات کرتا ہوں میں نے کہا نہیں فرمائیں اب جاگ چکا ہوں فرمایا کہ کبھی آپ نے مجھ سے دافع الفساد کا ذکر کیا تھا کیا آپ کو وہ کتاب مل گئی؟ میں نے کہا ابھی تک نہیں۔ کہا مجھے مل گئی ہے اور شام تک اسکین کرا کے میل کردوں گا میں نے شکریہ ادا کیا۔ اور شام کو دیکھا تو وہ رسالہ میرے میل ان باکس میں موجود تھا۔ ظاہر ہے کہ پورے رسالے میں رضویت کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ اگر امام اہل سنت یا بریلویت سے انہیں بغض وعداوت ہوتی تو وہ اس نایاب کتاب کو تین سال یاد کیوں رکھتے اور ملنے پر مجھے کیوں دیتے؟

بالجملہ: فقیر نے جتنا انہیں سنا اور پڑھا اس سے یہی یقین ہوا کہ شیخ صاحب امام اہل سنت کی خدمات کے معترف اور آپ کے مداح تھے اور آپ کی فکری ونظریاتی تعلیمات، مسلکی ومشربی خیالات کے حامی بھی۔ جس پر خود ان کے لکھے ہوئے کلام کے درج ذیل دو اشعار گواہ ہیں۔ ملاحظہ کریں ؎

غرض کہ فرق نہیں کوئی ہم میں بنیادی
نہ فکر میں نہ عقیدے نہ دین ومذہب میں
نہ اختلاف خیالات کا نہ مسلک کا
نہ کوئی فرق ہمارے تمھارے مشرب میں

اوران کی بارگاہ کے مؤدب ہونے کے ساتھ ان کے عقیدت مند بھی۔لہٰذاان کے حوالے سے بے سروپاکی ،مکروفریب سے ملمع بیان بازی جس سے یہ ثابت ہوکہ وہ فاضل بریلوی اور بریلویت سے عداوت رکھتے تھے یقیناًان پر بہتان اور بے بنیاد الزام تراشی ہے۔جس سے اہل سنت میں مزید آگ لگانے کی کوشش کے شیخ صاحب کی روح کو اذیت وتکلیف میں مبتلاکرنابھی ہے۔فقیراپنی بات شیخ صاحب کے اس شعرپرتمام کررہاہے جس میں انہوں نے امام اہل سنت کی عقیدت ومحبت پراپنی جانب سے بڑی دلیل پیش کی ہے۔ ؎

طرزِرضاکی پیروی عاصمؔ یہ تیری شاعری

حسنِ سخن،فکرِرَسا،یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

گدائے مشائخ بدایوں شریف وبریلی شریف

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی عفی عنہ

نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ